اسلام میں سدِّ ذرائع کی اہمیت

محمد عدنان خان*

Abstract

The Islamic laws prevent us from the evil deeds. As well as, according to Shariah, it is permissible and sometimes even compulsory to save the believers from the actions that may lead them towards the banned activities. Therefore, the ruling of prohibition from these types of activities is called Sadd-e-Zaree'a. This is the principle extracted from the Quran and Sunnah.

As Almighty Allah forbade the believers to say 'Ra'ina' because this word was used by Jews knowingly in a wrong manner with evil intentions, whereas, Muslims presented their requests by this same word in the highest court of The Holy Prophet (*peace and blessings be upon him)* for seeking easiness and relaxation in their concerned matters. As in Quran: O People who Believe, do not say *(to the Prophet Mohammed- peace and blessings be upon him)*, "Ra'ina (Be considerate towards us)" but say, "Unzurna *(Look mercifully upon us)*", and listen attentively in the first place. [Baqarah 2:104]. *(To disrespect the Holy Prophet – peace and blessings be upon him – is blasphemy.)*

Another example by Hadith, in this regard, it is also evidenced by the good character of The Holy Prophet (*peace and blessings be upon him)* that sometimes He stopped himself intentionally from the permissible activities lest the common masses may involve in undesired activities on the basis of The Holy Prophet's act.

Concisely, keen consideration is required on rational basis when explaining the Shariah rulings of any matter. Otherwise, the beauty and

* محمد عدنان خان، ریسرچ اسکالر، شعبہءعلومِ اسلامیہ، جامعہ کراچی۔

benefits of the Shariah may be lost. Consequently, to prevent from the future turmoil is actually the spirit of Sadd-e-Zaree'ah. As this is the actually basic need and prerequisite of Shariah. It saves and prevents its believers form expected turmoil. Therefore, if the risk of turmoil would trigger with committing the permissible activity it must be abandoned due to the risk of turmoil.

KEYWORDS: *Sadd-e-Zaraai'a, Islamic Law, Sunnah.*

دین اسلام نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو بڑے واضح الفاظ میں بیان فرمایا اور کامیاب لوگوں کی صفت قرار دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

"اور وہ لوگ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ یہی لوگ کامیاب ہیں۔"(۱)

امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی اس امت کی اہمیت و افضلیت کا ایک بنیادی سبب قرار دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں میں ظاہر کی گئی کیونکہ بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔" (۲)

شریعت اسلامیہ برائی سے روکتی ہے اور ساتھ ہی برائی تک لے جانے والے اسباب سے بھی بچنے کا حکم دیتی ہے۔ برائی کی جانب لے جانے والے اسباب کی روک تھام کو سد ذرائع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سدِ ذرائع کی تعریف

"ایسا عمل جو فی نفسہ درست ہو لیکن وہ مآل وانجام کے اعتبار سے یقینی طور پر فساد کی طرف لے جائیں۔ ایسے عمل کی روک تھام کرنے کے لیے ممنوع قرار دینا سد ذرائع کہلاتا ہے۔"

سید عبد الکریم زیدان اپنی مشہور و معروف کتاب "الوجیز فی اصول فقہ" میں لکھتے ہیں کہ:

"ذرائع وسائل کا نام ہے اور ذریعہ کسی چیز تک پہنچنے کے لیے وسیلہ یا راستہ کو کہتے ہیں۔ سد ذرائع سے مراد وہ ذرائع جو اپنی ذات میں تو مباح اور جائز ہو لیکن ان سے حرمت کا دروازہ کھل جائے اور وہ افعال مفسد اشیاء تک پہنچانے والے ہو اس لیے شریعت مطہرہ ان سے روکتی ہو۔"

لفظ ذرائع کا اطلاق زیادہ تر ان وسائل پر ہوتا ہے جو مفسد چیزوں تک پہنچاتے ہوں، جب یہ کہا جائے کہ:

هذا من باب سد ذرائع

"یعنی یہ چیز سد ذرائع کے قبیل سے ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا تعلق ان وسائل کو روکنے کے باب سے جو مفسد چیزوں تک پہنچانے والے ہیں۔ (۳)

قرآن کریم سد ذرائع کا حکم دیتا ہے

اللہ تعالیٰ نے برائی سے روکا اور جو راستہ برائی کی طرف لے جانے والے ہیں ان راستوں سے بھی بچنے کا حکم دیا۔ اس لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایمان والوں کو لفظ "راعنا" بولنے سے محض یہود کی مشابہت کی وجہ سے روک دیا حالانکہ مسلمانوں کی نیت اچھی تھی:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَقُولُواْ رَاعِنَا وَقُولُواْ انظُرْنَا وَاسْمَعُوا (۴)

"اے ایمان والوں راعنا نہ کہو بلکہ کہو حضور ہم پر نظر کرم فرمائیں اور پہلے غور سے سن لو۔"

اس آیت کے تحت مفتی نعیم الدین مرادآبادی تفسیر "خزائن العرفان" میں لکھتے ہیں کہ:

"ہمہ تن گوش ہو جاؤ تاکہ یہ عرض کرنے کی ضرورت ہی نہ رہے حضور توجہ فرمائیں کیونکہ دربار نبوت کا یہی ادب ہے۔ مسئلہ: دربار انبیاء میں آدمی کو ادب کے اعلیٰ مراتب کا لحاظ لازم ہے۔ مسئلہ "کافرین" میں اشارہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جناب میں بے ادبی کفر ہے۔" (۵)

حدیث رسول ﷺ بھی سد ذرائع کا حکم دیتی ہے

خود نبی کریم ﷺ کسی مصلحت کے پیش نظر اس بات کا اہتمام فرماتے کہ عمل جواز سے اجتناب بہتر ہے ایسا نہ ہو کہ لوگ سند جواز بنا کر فساد میں مبتلا ہو جائیں۔ امام بخاری حدیث کا باب ہی اسی انداز میں باندھتے ہیں:

باب من ترک بعض الاختیار مخافة ان یقصر فهم بعض الناس عنه فیقعوا فی اشد منه

"جس نے بعض اختیاری چیزوں کو اس خوف سے ترک کر دیا کہ بعض لوگوں کی عقلیں اس کو سمجھنے سے قاصر ہوں گی تو وہ کسی بڑے شر میں مبتلا ہو جائیں گے۔"

رسول ﷺ نے بعض امور کو محض اس لیے ترک کیا کہ کہیں فتنے کا دروازہ نہ کھل جائے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

قال لی ابن الزبیر انت عائشة الیک کثیرا، فما حدثتک فی الکعبة؟ قلت قالت لی قال النبی ﷺ یا عائشة لا قومک حدیث عهدهم قال ابن الزبیر بکفر لنقضت الکعبة فجعلت لها باین باب یدخل الناس و باب یخرجون ففعله ابن الزبیر (۶)

"مجھ سے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تم کو بہت راز کی بات بتاتی ہیں تو کعبے کے بارے میں انھوں نے تم کو کیا بتایا ہے؟ حضرت عائشہ نے یہ بتایا کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ

نے یہ فرمایا: اے عائشہ! اگر تمہاری قوم دورِ جاہلیت کے قریب نہ ہوتی، حضرت ابن الزبیر نے کہا: (یعنی) دورِ کفر کے قریب نہ ہوتی تو میں کعبے کو منہدم کر کے از سر نو تعمیر کرتا اور اس کے دو دروازے بنا دیتا، ایک دروازے سے لوگ کعبے میں داخل ہوتے اور دوسرے دروازے سے باہر نکلتے، پھر حضرت ابن؛الزبیر نے کعبے کو اسی طرح بنا دیا۔"

حدیث مذکورہ کی توجیہ بیان کرتے ہوئے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں کہ:

"مذکورہ حدیث میں کسی اختیاری چیز کو کسی حکمت کی وجہ سے ترک کر دینا ہے جیسے کعبے کی از سر نو تعمیر کرنا جائز تھا لیکن نبی ﷺ نے اس حکمت کی وجہ سے اس کو ترک کر دیا کہ بعض نو مسلم جو زمانہ کفر کے قریب ہیں، ان کے دلوں میں یہ چیز ناگوار ہو گی۔ اور اس وجہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے کعبے کو منہدم کرنے کا ارادہ ترک کر دیا کہ قریش کعبے کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے تو اگر آپ یہ کام کر لیتے تو ان کے بد ظن ہو جانے کا اندیشہ تھا، اس وجہ سے آپ نے اس کام کو ترک کر دیا۔"(۷)

سد ذرائع کی اہمیت مزید اس حدیث سے واضح ہوتی ہے جس میں رسول کریم ﷺ نے حلال و حرام کا قاعدہ و کلیہ بیان فرمایا۔ شریعت اسلامیہ نے جہاں فساد موجود کا ازالہ کیا ہے وہیں فساد مظنون کا بھی ازالہ کیا ہے۔ اور مظنون حرام سے اجتناب کو اپنی عزت کی حفاظت ٹھرایا اور ایک حسین پیرائے میں مثال دے کر اس بات کو سمجھایا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے، اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں، جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے، پس جو شخص مشتبہ چیزوں سے بچا، اس نے اپنے دین کی اور اپنی عزت کر لی اور جو شخص شبہات میں ملوث ہو گیا، وہ اس چرواہے کی طرح ہے، جو شاہی چراگاہ کے گرد اپنے مویشی چرائے، قریب ہے کہ وہ اس میں داخل ہو جائیں گے سنو! ہر بادشاہ کی ایک مخصوص چراگاہ ہوتی ہے، سنو! اس زمین میں اللہ کی مخصوص چراگاہ اس کے حرام کیے ہوئے کام ہیں، سنو! جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہوا تو پورا جسم درست ہوتا ہے، اور جب اس میں فساد ہو تو پورا جسم فاسد ہو جاتا ہے، سنو! وہ دل ہے۔(۸)

حضور ﷺ بھی لوگوں کی عقل کا اعتبار کرتے اور حکم کی نوعیت اور وقت کا لحاظ کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

قال سمعت انسا قال ذکر لی ان النبی ﷺ قال لمعاذ من لقی اللہ لا یشرک بہ شیئا دخل الجنۃ۔ قال الا ابشر الناس؟ قال لا انی اخاف ان یتکل (۹)

"انھوں نے کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے کہا: مجھ سے یہ ذکر کیا گیا کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جو شخص اللہ سے اس حال میں ملا کہ اس نے اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو وہ جنت میں داخل ہو گا، حضرت معاذ نے کہا: کیا میں اس کی لوگوں کو بشارت نہ دے دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! مجھے خطرہ ہے کہ لوگ پھر اسی پر اعتماد کر لیں گے۔"

نبی ﷺ نے اس بشارت کو مخفی رکھنے کا جو حکم دیا تھا۔اس وجہ سے تھا کہ کہیں لوگ ان بشارتوں پر اعتماد کر کے عمل سے کوسوں دور نہ ہو جائیں۔مزید اس میں کیا حکمتیں ہو سکتی ہے۔اس حوالے سے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں کہ:

۱۔ اس بشارت کے ظاہر کرنے کا یہ تقاضا تھا کہ جس نے بھی توحید و رسالت کی گواہی دے دی، وہ دوزخ میں داخل نہیں ہو گا، جب کہ دلائل قطعیہ سے یہ ثابت ہے کہ جن موحدین نے گناہ کیے ہیں، ان میں سے بعض کو دوزخ میں داخل کیا جائے پھر، اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے یا شفاعت کی وجہ سے دوزخ سے نکال لے گا اور چونکہ یہ معنی مخفی تھے، اس لیے آپ نے حضرت معاذ کو اس بشارت کا اعلان کرنے کا حکم نہیں دیا۔

۲۔ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو اپنے تمام گناہوں پر توبہ کرنے کے بعد توحید اور رسالت کی گواہی دے اور اسی پر مر جائے، وہ دوزخ میں داخل نہیں ہو گا۔

۳۔ یہ بشارت اکثر مسلمانوں کے لیے جو توحید اور سالت کی صدقِ دل سے گواہی دیتا ہے، وہ نیک عمل کرتا ہے اور گناہوں سے مجتنب رہتا ہے، وہ دوزخ میں داخل نہیں ہو گا۔

۴۔ اس حدیث سے مراد یہ کہ جس نے توحید اور رسالت کی گواہی دی، وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اصلاً دوزخ میں داخل نہیں ہو گا۔

۵۔ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ اس کے پورے جسم کو دوزخ کا عذاب نہیں ہو گا، کیونکہ مسلمان کے جسم کے مواضع سجود کو اور کلمہ پڑھنے والی زبان کو عذاب نہیں ہو گا۔

۶۔ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جس نے صدقِ دل سے کلمہ شہادت پڑھا اور اس کے تقاضوں پر عمل کیا، اس کو دوزخ کا عذاب نہیں ہو گا۔ (۱۰)

صحابہ کرام بھی سد ذرائع فرماتے

صحابہ کرام بھی سد ذرائع کا خیال فرماتے تھے کیونکہ صحبتِ رسول ﷺ سے فیض یاب ہو کر وہ امت کے لئے روشن ستارہ بن چکے تھے:

حدثنا انس بن مالک ان النبی ﷺ۔ و معاذ ردیفه علی الرحل۔ قال یا معاذ بن جبل قال لبیک ریا رسول اللّٰہ و سعدیک۔ قال یا معاذ۔ قال لبییک یا رسول اللّٰہ و سعیدیک ثلاثا، قال مام من احد یشهد ان لا اله الا اللّٰہ و ان محمد رسول اللّٰہ صدقا من قلبه الا حرمه اللّٰہ علی النار، قال یا رسول اللّٰہ افلا اخبر به الناس فیستبشر و ا؟ قال اذا یتکلو و اخبر ابها معاذ عند موته تاثما (۱۱)

"ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی: نبی ﷺ (سواری) پالان پر بیٹھے ہوئے

تھے اور حضرت معاذ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: یا معاذ بن جبل! انھوں نے کہا: میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ کی اطاعت کے لیے موجود ہوں آپ نے (دوبارہ کہا) یا معاذ! انھوں نے کہا: میں حاضر ہوں یا رسول اللہ ﷺ! اوار آپ کی اطاعت کے لیے موجود ہوں! یہ تین بار مکالمہ ہوا آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی صدقِ دل سے یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اللہ اس کو دوزخ پر حرام کر دے گا۔ حضرت معاذ نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دے دوں تاکہ وہ خوش ہو جائیں آپ ﷺ نے فرمایا۔ پھر وہ اسی پر تکیہ کر لیں گے، اور حضرت معاذ نے اپنی موت کے وقت گناہ سے بچنے کے لیے اس کی خبر دے دی۔"

ہمارے اسلاف کرام سد ذرائع کا خیال رکھتے تھے

ہمارے اسلاف بھی اس بات کا ادراک رکھتے تھے کہ فساد کے باب کو بند ہی رکھا جائے تاکہ لوگ گمراہی کی جانب مبذول نہ ہو جائیں جیسا کہ:

"جب خلیفہ ہارون رشید نے امام مالک سے ذکر کیا کہ وہ دوبار کعبہ کو منہدم کر کے اس طرح بنانا چاہتا ہے، جس طرح حضرت ابن الزبیر نے بنایا تھا، کیونکہ حضرت ابن الزبیر نے رسول اللہ ﷺ کی منشا کے مطابق کعبہ کو بنا دیا تھا، جس کو حجاج بن یوسف نے منہدم کر کے دوبارہ قریش کی تعمیر کے مطابق بنا دیا تھا، جب ہارون الرشید نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو امام مالک نے اس سے کہا: اے امیر میں آپ کو قسم دیتا ہوں، آپ ایسا نہ کریں ورنہ ہر بادشاہ اپنی نام آوری کیلئے کعبے کو منہدم کر کے از سر نو بناتا رہے گا اور لوگوں کے دلوں سے کعبے کی ہیبت نکل جائے گی۔"(۱۲)

اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی کام کرنا صحیح ہو، لیکن اس کام کے کرنے سے زیادہ ضرر کا اندیشہ ہو تو اس کام کو ترک کر دینا چاہیے اور لوگوں کو متنفر کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔

سد ذرائع کی اقسام

وہ افعال جو مفسد اشیاء تک پہنچاتے ہیں۔ ذرائع کا تعلق یا تو فاسد اور حرام سے ہو گا یا پھر وہ اپنی ذات میں تو مباح اور جائز ہیں لیکن ان سے حرمت کا دروازہ کھل جائے گا اس لیے شریعت مطہرہ اس سے روکتی ہے۔

ذرائع کا تعلق اگر فاسد اور حرام سے ہو گا تو یہ ذرائع اپنی طبیعت و مزاج ہی سے شر اور فساد کی طرف لے جاتے ہیں جیسے نشہ آور چیز کا استعمال انسانی عقل کو مفسد کر دیتا ہے۔ اور تہمت زنا جس کی وجہ سے مقذوف کا دامن میلا ہوتا ہے۔ اور زنا جس کی وجہ سے نسب خلط ملط ہو جاتا ہے۔ محض مفسد اشیاء کی طرف سبب کا اعتبار نہیں بلکہ ان اسباب کا اعتبار کیا جائے گا جو اکثری سبب ہیں اور جن کی وجہ سے انسان حرام میں یقینی طور پر مبتلا ہو سکتا ہے لہٰذا مفسد اشیاء کی طرف

سبب کی کئی اقسام ہیں۔ سید عبد الکریم زیدان اپنی مشہور و معروف کتاب "الوجیز فی اصول فقہ" میں لکھتے ہیں کہ:

پہلی قسم

وہ افعال جو شاذ و نادر ہی خرابی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اس میں فائدہ راجح اور نقصان مرجوع ہوتا ہے جیسے منگیتر کی طرف دیکھنا یا اس کے بارے میں گواہی دینا اور انگور کاشت کرنا۔ پس یہ افعال مفاسد کا ذریعہ بن سکتے ہیں اس دلیل کی وجہ سے انھیں ممنوع نہیں کہا جاسکتا اس لیے کہ ان افعال سے پیدا شدہ خرابی میں ایک راجح مصلحت پوشیدہ ہے اور یہ اصول احکام کی مشروعیت کے بارے میں شریعت کے نقطہ پر دلالت کرتا ہے۔ اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں۔ پس شارع نے عدت کے ختم ہونے میں عورت کے قول کو قبول کیا، باوجود اس کہ اس میں جھوٹ کا احتمال موجود ہے اور ایک شخص کی روایت قبول کی جاتی ہے اس کے عدل کی وجہ سے جب کہ یہ احتمال موجود ہے کہ اس نے صحیح بات نہ کی ہو لیکن یہ تمام احتمالات مرجوع ہیں لہٰذا شارع نے ان کی طرف التفاف نہیں کیا اور نہ ان کو قابل اعتبار سمجھا۔

دوسری قسم

وہ افعال جو کثرت سے خرابی کا ذریعہ بنتے ہیں اور ان کا فساد مصلحت سے زیادہ راجح ہے جیسے فتنے کے زمانے میں اسلحہ کی خرید و فروخت، اس شخص کو زمین کرائے پر دینا جو اس کو حرام کام کے لیے استعمال کرے جیسے جوئے کا اڈہ بنانا، اور مشرکین کے باطل معبودوں کو ان کی موجودگی میں گالیاں دینا جب کہ یہ جانتا ہو کہ وہ بھی اللہ کو گالی دیں گے جب وہ گالی گلوچ سنیں گے اور ایسے آدمی کو انگور بیچنا جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اس کی شراب بنائے گا۔

تیسری قسم

وہ ذرائع ہیں کہ اگر مکلّف شخص ان کا استعمال ایسے ذرائع میں کرے جو اس کے خلاف اور غیر موزوں نہ ہوں تو ان سے خرابی کی طرف چلا جائے، جیسے وہ شخص جو نکاح کو اپنی مطلقہ ثلاثہ بیوی کو حلال کرنے کی غرض سے وسیلہ بنائے، اسی طرح وہ شخص جو بیع کو سود کو حاصل کرنے کے لیے وسیلہ بنائے جیسے کپڑا ادھار بیچنا ایک ہزار قیمت میں اور نقد نو سو روپے میں، اس جگہ فاسد چیز کو ترجیح دی جائے گی۔ (۱۳)

مذکورہ اقسام سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ہر وسیلے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ ہر وسیلے کا اعتبار کرنے میں انسانی زندگی حرج میں مبتلا ہو جائے گی انسانی زندگی کا دشواری میں مبتلا ہونا مزاج شریعت کے خلاف ہے لہٰذا ان تینوں وسائل کے بارے میں ابن قیم کا قول قبول کرتے ہیں۔ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ:

> "جب مقاصد ایسے ہوں کہ جن تک رسائی ممکن نہ ہو مگر صرف اسباب و ذرائع کے ساتھ اور وہ ان مقاصد تک پہنچانے والے ہوں تو وہ ذرائع اور اسباب ان کے تابع ہوں گے اور انھی کی وجہ سے معتبر ہوں گے۔ پس حرام اور معاصی کے وسائل مکروہ ہوں گے اس لیے کہ وہ اس مقصد حرام تک پہنچانے والے ہیں اور

ان مقاصد کے ساتھ ان کا ربط ہے۔ اور وہ وسائل جو اللہ کی طاعت اور قرب تک پہنچانے والے ہیں وہ اپنے مقصد کی وجہ سے پسندیدہ ہیں، پس ان مقاصد کی طرف پہنچانے اور ان کی غایت کے اعتبار سے ان کی اجازت ہے۔ کسی مقصد کا وسیلہ اسی مقصد کے تابع ہوتا ہے اور وہ دونوں ہی مقصود ہوتے ہیں لیکن ان میں ایک غایت کی وجہ سے مقصود ہے اور ایک وسائل کی وجہ سے۔"

حدود کا نفاذ سد ذرائع کے لیے ہے

دین اسلام معاشرے میں تطہیر کو عام کرنا چاہتا ہے اور اللہ کے قانون کی بالادستی کو نافذ کرنا اس کی اولین ترجیح ہے یہ اس وقت ممکن ہے جب معاشرے میں فساد نہ ہو اور نہ ایسا راستہ کھلا ہو جو لوگوں کو آسانی سے فساد میں مبتلا کر دے ازالہ فساد یعنی فساد کو ختم کرنا اسی لیے حدود اور تعزیر کا نفاذ وجود میں آجاتا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ (۱۴)

"قصاص میں تمھارے لیے حیات ہے اے عقل والو۔"

مراد اس سے یہی ہے کہ مجرم سزا پائے گا اور جرم کا سوچنے والا جرم سے رک جائے گا۔ تفسیر خزائن العرفان میں ہے:

"قصاص مقرر کرنے سے لوگ قتل کرنے سے باز رہیں گے اور جانیں بچیں گی۔"(۱۵)

شرعی سزاؤں میں حد اسی سبب ہے کہ جیسا کہ "حکمۃ التشریع وفلسفہ ترجمہ شریعت اسلامیہ کی حکمت وفلسفہ" شیخ علی احمد مترجم پروفیسر ذوالفقار علی ساقی لکھتے ہیں کہ:

"جو شخص گناہ یا جرم کا ارتکاب کرتا ہے اگرچہ رب تعالیٰ نے روزِ حشر اس کے لیے عذاب مقرر کیا ہے لیکن یہ لوگوں کو ایسے جرم کے ارتکاب سے نہیں روکتا جو دنیا زندگی میں عمومی اور خصوصی امور کو نقصان دیتا ہے۔ اسی طرح بعض لوگوں کے پاس قوت اور طاقت ہوتی ہے کمزور اور ناتواں ان سے اپنا حق لینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس سے حقوق ضائع ہوتے ہیں اور فساد پھیلتا ہے، اسی لیے حدود کو شرعی طور پر نافذ کیا گیا۔ یہ ہر زمان و مکان کی بشر کی راحت کی کفیل ہیں حتیٰ کہ وہ جرائم ختم ہو جائیں جن کا ارتکاب کیا جاتا ہے اور ہر وہ فعل جو زمین میں فساد کا سبب بنے۔ اس کی اصلاح صرف سزا کے ذریعے ممکن ہوتی ہے۔"(۱۶)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ:

"حد درحقیقت لوگوں کو گناہوں سے دور رکھنے کے لیے ہے وجہ یہ ہے کہ اس میں تکلیف کا پہنچانا اور اس کو اس فعل سے روکنا مقصود ہوتا ہے اور اس میں یہ راز ہے کہ حکمت الٰہی کا مقتضیٰ ہے کہ اس شخص کی جان یا مال سے اس عمل کی سزا دی جائے پس حد قائم کرنا جزا دینے میں ہے۔"(۱۷)

سد ذرائع میں لوگوں کی عقل کالحاظ رکھنا بے انتہا ضروری ہے

لوگوں کی عقل کالحاظ رکھنا بے انتہاضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر تعلقات کا حسن بگڑ سکتا ہے۔ فساد مظنون کا ازالہ، درحقیقت سد ذرائع سے ہے کیونکہ محض ظن کا شریعت مطہرہ اعتبار نہیں کرتی لیکن ظن غالب کا اعتبار کرتی ہے تاکہ فساد میں انسان مبتلا نہ ہو جائے۔ جب یہ خطرہ ہو کہ کسی صحیح کام سے لوگ اپنی کم فہمی کی وجہ سے شر میں مبتلا ہوں گے تو اس کام کو ترک کر دیا جائے:

وقال علی حدثوا الناس بمایعرفون اتحبون ان یکذب اللّٰہ ورسولہ

"حضرت علی نے فرمایا: لوگوں سے ایسی احادیث بیان کرو، جن کو وہ سمجھ لیں، کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے۔"

اس سے حضرت علی کی مراد یہ ہے کہ لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کرو، جو چیز ان کے نزدیک غیر معروف ہو، اس کو چھوڑ دو، تم کسی قوم کو ایسی حدیث نہ بیان کرو، جس کی ان کی عقلوں تک رسائی نہ ہو، ورنہ وہ حدیث ان لوگوں کے لیے فتنہ ہو جائے گی۔

سد ذرائع کا اعتبار کرنا اس لیے ضروری ہے کہ اگر اس کا خیال نہ کریں تو عوم الناس کے گناہ میں ضرور مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے، جیسا کہ سید عبد الکریم زیدان لکھتے ہیں کہ:

"فساد مظنون کا اعتبار کرنا بے انتہا ضروری ہے ورنہ فساد یقین میں مبتلا ہونا لازم آئے گا۔ فساد کا احتمال اگر نادر، قلیل یا مرجوع ہو تو وہ اس فعل کے لیے مانع نہیں اور ہماری بات اس بارے میں ہے کہ جب ذرائع فساد کی طرف لے جائیں اور پوری طرح اور غالب گمان یہ ہو کہ فساد واقع ہو جائے گا اور ظن راجح شرعی احکام میں عمل کے اعتبار سے معتبر ہے، اس کے ثبوت کے لیے یقین کی شرط نہیں، اور ہم نے وہ مثالیں بیان کر دی ہیں جو احکام ان کے غالب ہونے کی بنیاد پر شارع نے ہمیں دیے ہیں جیسے خبر واحد، شہادت اور عدت کی مدت ختم ہونے کے بارے میں عورت کا قول قبول کرنا۔ اور یہ احکالیےم راجح مصلحتوں کو پورا کرنے کے دیے گئے ہیں اگرچہ ان میں مرجوع مفاسد بھی داخل ہیں، اس لیے کہ اس میں یہ احتمال موجود ہے کہ خبر دینے والے یا گواہ نے یا عورت نے جھوٹ کہا ہو۔"(۱۸)

سد ذرائع کا اعتبار کرنا موافق شریعت ہے

سد ذرائع کا اعتبار شریعت اسلامیہ بھی کرتی ہوئی نظر آتی ہے جیسا کہ جمعے کی اذان سے بیع و شراء کی ممانعت ہونا حالانکہ ممانعت کا وقت نماز ہے، لیکن اذان ہی کے وقت ممنوع قرار دینا اس لیے ہے تاکہ ارتکاب حرام سے کوسوں دور رکھا جائے اور احتیاط کا دامن مضبوطی سے پکڑا جائے اس حوالے سے سید عبد الکریم زیدان لکھتے ہیں کہ:

"پس جب وہ خاص حالات کی وجہ سے اس فساد کی طرف لے جائے تو وہ ممنوع ہے اور بیع مباح ہے لیکن جمعہ کی نماز کی اذان کے وقت ممنوع ہے۔ اور مشرکین کے باطل معبودوں کو برا بھلا کہنا مباح ہے لیکن اس وقت یہ ممنوع ہو گا جب وہ رد عمل میں اللہ تعالیٰ کو گالی گلوچ کریں، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا، اور چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹنا فرض ہے لیکن جنگ اور جہاد میں اس کو موخر کرنا ضروری ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ جنگ کے زمانے میں ہاتھ نہ کاٹیں کہ کہیں وہ بھاگ کر دشمنوں کے ساتھ نہ مل جائے۔ اور یہ کہ ہدیہ دینا مباح ہے بلکہ حدیث کی وجہ سے مستحب ہے کہ ایک دوسرے کو ہدیہ دو و اس سے محبت بڑھتی ہے، لیکن مقروض کے لیے قرض خواہ کو ہدیہ دینا ممنوع ہے اگر اس سے پہلے ان کے درمیان ہدیہ دینے کی عادت مقرر نہ ہو۔ اس کے ممنوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہدیہ سود ذریعہ بن جائے گا۔ اور منکرات سے روکنا واجب ہے اور اگر یہ کسی بڑے منکر کا ذریعہ بنے تو اس کا ترک جائز ہے۔"

کتاب و سنت کے اندر ہمیں اس کی کئی مثالیں اور نظیریں نظر آتی ہیں مثلاً نشہ آور اشیاء کی تھوڑی سی مقدار کو بھی حرام قرار دینا کیونکہ تھوڑی مقدار کثرت مقدار کا ذریعہ بنتی ہے لہٰذا تھوڑی مقدار ہی سے روک دیا جائے اجنبیہ عورت کے ساتھ تنہائی میں یکجا ہونے کا حرام ہونا کیونکہ اس سے گناہ کی طرف میلان آسان ہو جاتا ہے ایسی کئی مثالیں اصول فقہ کی کتابوں سے ملتی ہیں۔" (۱۹)

موجودہ دور سد باب کے اعتبار سے بہت ضروری ہے کیونکہ اس دور میں لوگ شراب کا نام بدل کر پی رہے ہیں جبکہ وہ شراب ہی ہے۔ اسی دور کے حوالے سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا ایک ایسا دور آئے گا لوگ شراب کا نام بدل کر پیئیں گے۔ لہٰذا آج سد ذرائع بہت ضروری ہے۔ اس حوالے سے سید عبد الکریم زیدان لکھتے ہیں کہ:

☆ شراب کے ایک قطرے کی حرمت کی اس وجہ سے ہے کہ یہ گھونٹ گھونٹ پینے کا ذریعہ نہ بن جائے اور گھونٹ گھونٹ پینا اس شراب کا ذریعہ نہ بن جائے جو نشہ لائے اور وہ اس میں مبتلا ہو جائے، اس سے روکا گیا۔ اسی وجہ سے حدیث میں آتا ہے کہ جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے اور علت وہی ہے جو پہلے بیان ہوئی۔

☆ اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت حرام ہے اس وجہ سے کہ کہیں وہ گناہ کی طرف نہ لے جائے۔

☆ حالت عدت میں نکاح کرنا اگرچہ وطی موخر کرے حرام ہے۔ علت یہ ہے کہ ایسے فعل کی ممانعت ہے جو عدت ختم ہونے سے پہلے دخول کا ذریعہ بنے۔

☆ بیع اور قرض کو اکٹھا کرنے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے تاکہ ان کا ملاپ سود کا ذریعہ نہ بن جائے۔

☆ شارع کی جانب سے قاضی اور حاکم کے ہدیہ قبول کرنے پر اس شخص سے جو اس عہدے سے پہلے ہدیہ نہ دیتا ہو۔

نہی وارد ہے۔ علت یہ ہے کہ ہدیہ باطل تحفوں کا ذریعہ نہ بن جائے۔

☆ نبی ﷺ کا یہ حکم کہ وہ شخص جسے کوئی چیز ملے تو وہ اس پر کسی کو گواہ بنالے باوجود اس کے کہ وہ امین ہے، سد ذرائع کرتے ہوئے یہ حکم دیا کہ وہ الالچ کی وجہ سے چھپا نہ لے۔

☆ شارع نے اس سے منع کیا ہے کہ کوئی اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام نکاح بھیجے یا اپنے بھائی کے بھاؤ لگائے یا وہ چیز بیچ رہا ہو تو وہ اس پر اپنی چیز بیچے بغض اور آپس کی دوری سے بچاتے ہوئے۔

☆ نبی ﷺ نے ذخیرہ اندوزی سے منع فرمایا اور ایک شخص کے لیے آپ ﷺ فرمایا کہ ذخیرہ اندوزی نہیں کرتا مگر خطاکار، اس لیے کہ یہ عمل لوگوں کو روزمرہ کی چیزوں سے تنگی میں مبتلا کرنے کا ذریعہ ہے۔

☆ شارع نے زکوٰۃ دینے والے کو اپنے صدقے کو دوبارہ خریدنے سے منع کیا ہے چاہے وہ اس کو بازار میں بکتا ہوا پائے۔ وجہ یہ ہے کہ کسی محتاج سے کم قیمت پر نہ خریدے۔

☆ شارع نے قرض دینے والے کو اپنے مقروض سے ہدیہ قبول کرنے سے روکا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کہیں وہ اس کو بھی اپنے قرض میں شمار نہ کرلے۔

☆ یہ دلائل اور اس جیسے دوسرے دلائل اس بات کی واضح حجت ہیں کہ سد ذرائع ادلہ احکام میں سے ایک دلیل ہے۔

فقہ کا اصول ہے ظن غالب کو ملحق بیقین کا درجہ دیا جاتا ہے اسی وجہ سے اسلحہ کی بیع دہشت گردوں سے کرنا جائز نہیں جیسا کہ اسلحہ کی بیع اس شخص کو باطل ہے جس کے بارے میں یہ یقین ہو کہ وہ دشمنی کی وجہ سے پرامن لوگوں پر اس کا استعمال کرے گا۔ اور انگور کی بیع اس شخص کو باطل ہے جس کے بارے میں یہ یقین ہو کہ وہ اس کے شیرے سے شراب بنائے گا اس لیے کہ یہ گناہ کے کام میں مدد کرنا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے جائز نہیں۔

وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (۲۰)

"اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔"

موجودہ دور میں سد ذرائع کے سبب احکام میں تبدیلی

شریعت تحصیل مصلحت سے زیادہ ازالہ فساد کو ترجیح دیتی ہے جیسا کہ مفتی نظام الدین لکھتے ہیں کہ:

"مفاسد کا ازالہ مصالح کے حصول سے اہم وراجح ہے۔ لہٰذا جب کسی محفل میں مفسدہ بھی پایا جائے اور مصلحت بھی تو زیادہ تر مفسدہ کے ازالے کو ترجیح ہوگی اس لیے کہ شریعت نے مامورات کے ازالے کو اہمیت دی ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جب تمھیں کسی چیز کا حکم دوں تو اسے بجالاؤ جتنی تمھیں استطاعت ہو اور جب تمھیں کسی چیز سے روکوں تو اس سے بچو احتراز کرو۔ (یعنی ممنوعات سے بچنے میں استطاعت کی قید نہیں رکھی۔) اور یہی وجہ ہے کہ دفع مشقت کے لیے ترکِ واجب جائز ہے لیکن

ممنوعات خصوصاً کبائر پر اقدامات کی اجازت نہیں دی گئی۔"

فساد مظنون بظن غالب کا ازالہ فقہ کے قاعدے

درءالمفاسداولی من جلب المصالح

"مفاسد کو دور کرنا اصول مصالح سے اولیٰ ہے۔"

کیونکہ جب کسی مقام پر مفاسد بھی پایا جائے اور مصلحت بھی ہو تو زیادہ تر مفسدہ کے ازالہ کو ترجیح دی جائے گی اسی بنا پر جب حلال اور حرام کا اجتماع ہو تو حرام ترجیح پاتا ہے فقہاء کرام اس قاعدے کو اس طرح سمجھاتے ہیں کہ روزہ رکھنا حکم الٰہی کو بجالانا ہے اور اللہ پاک کی بار گاہ میں مقبول ہونے کا ذریعہ ہے لیکن اگر کسی شخص نے عیدین کے دن روزہ رکھنے کی منت مانی تو وہ منت کو پورا کرنے کا حکم ان ایام کے علاوہ میں دیتے ہیں کیونکہ یہ ایام اللہ کی جانب سے بندوں کے لیے ضیافت کے ایام ہیں لہٰذا اللہ کی ضیافت سے اعراض لازم آئے گا جو مفسدہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس دن روزہ رکھنا حرام ہے۔[۲۱]

عورت کا اپنی مرضی سے غیر کفو کے ساتھ نکاح جائز مگر اب باطل ہے

عورت کا اپنی مرضی سے غیر کفو کے ساتھ نکاح جائز مگر اب باطل ہے کیونکہ ابتداء جواز کا حکم تھا مگر بعد میں فساد ظاہر ہونے لگا کہ نکاح کے سبب خون خرابہ بپا ہونے لگا کیونکہ لوگوں میں غیرت کے نام پر قتل کو فخر سمجھا جانے لگا۔ لہٰذا فقہاء نے کہا کہ نکاح منعقد ہی نہیں ہو گا چنانچہ آزاد، عاقل، بالغ عورت اپنی مرضی سے نکاح غیر کفو کے ساتھ کر لے تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ نکاح جائز و منعقد ہے البتہ ولی اقرب کو اس پر حق اعتراض حاصل ہو گا کہ وہ چاہے تو فسخ کرا دے اور چاہے تو باقی رکھے ایسا ہی عامہ کتب فقہ میں ہے۔ لیکن بعد میں فساد زمان کی وجہ سے مشائخ مذہب نے حضرت امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت پر فتویٰ دیا کہ نکاح منعقد ہی نہ ہو گا۔

امام قاضی خان اور امام احمد رضا خان کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ شرح وقایہ میں ہے:

واما مسالة الكفو ففي ظاهر الرواية: النكاح من غير كفو ينعقد لكن للولي الاعتراض ان شاء فسخ وان شاء اجاز۔ وفي رواية الحسن عن ابي حنيفة: لا ينعقد۔ اھ وفيه ايضاً وعليه فتوى قاضي خان[۲۲]

"ظاہر الروایہ یہ ہے کہ عورت غیر کفو کے ساتھ نکاح کر لے تو نکاح منعقد ہو جائے گا لیکن ولی کو (ننگ و عار کا ضرر دور کرنے کے لیے) اعتراض کا حق حاصل ہو گا کہ وہ چاہے تو فسخ کر دے اور چاہے تو نافذ کر دے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے امام حسن بن زیاد کی روایت یہ ہے کہ نکاح منعقد نہ ہو۔ اور اسی پر امام قاضی خان کا فتویٰ ہے۔"

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"اور روایت مفتی بہ مختار للفتویٰ یہ ہے کہ بالغہ ذات الاولیا جو اپنا نکاح غیر کفو سے کرے وہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے کہ ولی شرعی پیش از نکاح صراحۃً اپنی رضامندی ظاہر کرے اور وہ جانتا بھی ہو کہ یہ شخص کفو نہیں۔"

در مختار میں ہے:

و یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازة اصلاً و هو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا تحل مطلقة ثلثا نکحت غیر کفر بلا رضا ولی بعد معرفته ایاه فلیحفظ۔

"عورت نے اپنے طور پر غیر کفو کے ساتھ نکاح کر لیا تو فتویٰ یہ ہے کہ نکاح بالکل منعقد نہ ہو گا۔ فساد زمانہ کی وجہ سے یہی قول مختار للفتوی ہے۔ لہٰذا اگر تین طلاق والی عورت نے کسی غیر کفو سے نکاح کر لیا اور ولی اس غیر کفو سے آگاہ ہو کر اس سے رضامند نہ ہوا تو وہ پہلے شوہر کے لیے حلال نہ ہو گی (یہ حلالہ معتبر نہیں)۔" (۲۳)

دیہات میں جمعہ

اسی طرح دیہات میں جمعہ کے متعلق منع فرمایا کہ یہ مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ لیکن بعد میں ضرورت و مصلحت کے تحت مذہب اصل سے عدول کیا اور حکم جواز رکھا چنانچہ مفتی احمد رضا خان نے اپنے متعدد فتاویٰ میں یہ وضاحت فرمائی ہے کہ:

"دیہات میں جمعہ کی نماز جائز نہیں۔ امام اعظم علیہ الرحمہ کا مذہب یہی ہے مگر ایک فتویٰ میں آپ نے بعض دینی مصالح کی بنا پر اس سے عدول کر کے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نادرہ پر عمل کی اجازت دی ہے۔"

آپ رقم طراز ہیں:

"فی الواقع دیہات میں جمعہ و عیدین بالاتفاق ائمہ احناف رضی اللہ تعالیٰ عنہم ممنوع و ناجائز ہے جو نماز شرعاً صحیح نہیں اس سے اشتغال روا نہیں۔"

فی الدر المختار: و فی القنیة صلاة العید فی القری تکره تحریما ای لانه اشتغال بما لا یصیح، فی در المختار: و مثله الجمعة

"در مختار میں ہے کہ دیہات میں عید کی نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اس میں مشغول ہونا درست نہیں۔ اور جمعہ بھی عید کی نماز کی مثل ہے۔"

ہاں ایک روایت نادرہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے آئی ہے کہ جس آبادی میں اتنے مسلمان مرد و عاقل، بالغ ایسے تندرست جن پر جمعہ فرض ہو سکے آباد ہوں کہ اگر وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو نہ سما سکیں یہاں تک کہ انھیں جمعہ کے لیے مسجد جامع بنانی پڑے وہ صحت جمعہ کے لیے شہر سمجھی جائے گی۔ امام اکمل الدین بابرتی عنایہ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

"جس گاؤں میں یہ حالت پائی جائے اس میں روایت نوادر کی بنا پر جمعہ و عیدین ہو سکتے ہیں اگر چہ اصل مذہب کے خلاف ہے مگر اسے بھی ایک جماعت متاخرین نے اختیار فرمایا اور جہاں یہ بھی نہیں وہاں ہر گز جمعہ و عید مذہب حنفی میں جائز نہیں ہو سکتا بلکہ گناہ ہے۔"(۲۴)

اس فتوے کے بعد بھی مولانا احمد رضا خان نے دیہات میں جمعہ کے عدم جواز کا حکم جاری کیا ہے اس کی وجہ اس ناچیز راقم السطور کے خیال میں یہ ہے کہ جواز کا فتویٰ کسی اہم دینی مصلحت کی بنا پر دیا تھا اس لیے جہاں وہ مصلحت پائی جائے حکم جواز کا ہو گا اور جہاں نہ پائی جائے وہاں حکم اصل مذہب کے مطابق عدم جواز کا ہو گا۔

ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں دینا

بسا اوقات مسجد کا سامان زائد ہو جاتا ہے اگر اسے دوسری مسجد میں نہ دیا جائے تو مال کا ضیاع ہو گا لہٰذا موجودہ وقت میں اس کی اجازت ہو گی۔ مسجد کے سامان کو دوسری مسجد میں دینا ابتداً منع تھا لیکن فقہائے کرام نے زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کا مشاہدہ کیا کہ لوگ تعاون علی البر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں لہٰذا مسجد کے سامان کی منتقلی کی اجازت دے دی گئی۔ جب کے ماضی میں اس کے بر خلاف حکم تھا جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

لا یجوز نقله و لا نقل ماله الی مسجد اخر یجوز للقیم شری المصلیات للصلاة علیها و لایجوز اعارتها لمسجد اخر (۲۵)

"ایک مسجد کے سامان کو دوسری مسجد میں منتقل کرنا جائز نہیں۔ اور دوسری مسجد میں ان چیزوں کو عاریت دینا بھی جائز نہیں۔"

مگر بعد کے فقہائے کرام نے جب اپنے زمانے کے بدلے ہوئے حالات کا مشاہدہ کیا کہ لوگوں میں خدا ترسی پہلے سے بڑھ گئی ہے۔ انہوں نے اصل مذہب کے بر خلاف ایسی مسجدوں کے اسباب کو دوسری مسجد میں منتقل کرنے کی اجازت دے دی۔ چناں چہ امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"جو مسجد ویران ہو چکی ہو اس کی آبادی کی صورت نہ ہو، اور اس کے آلات کی حفاظت نہ ہو سکے تو اب فتویٰ اس پر ہے کہ اس کے کڑی، تختے وغیرہ دوسری مسجد میں دیے جا سکتے ہیں۔"(۲۶)

عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ نہ ہو گا

ظاہر مذہب یہ ہے کہ زوجین میں سے کوئی ایک ارتداد کرے تو نکاح فوراً فسخ ہو جائے گا لیکن اب ایسا نہیں کہ عورت اسلام سے پھر جائے تو نکاح فسخ ہو۔ وجہ یہ ہے کہ عورتیں جلد باز اور کم عقل زیادہ ہوتی ہیں اس حکم سے وہ اپنے لیے فاسد راہ اختیار کرنا شروع کر سکتی ہیں لہٰذا اب عورت کی ارتداد سے نکاح فسخ نہ ہو گا۔

اب فتویٰ اس پر ہے کہ عورت ارتداد کے سبب نکاح سے خارج نہیں ہوتی۔ مفتی احمد رضا خان فرماتے ہیں:

اب فتویٰ اس پر ہے کہ مسلمان عورت معاذ اللہ مرتد ہو کر بھی نکاح سے نہیں نکل سکتی۔ وہ بدستور اپنے مسلمان شوہر کے نکاح میں ہے:

و من ذلک افتائی مرارا بعدم انفساخ نکاح امراۃ مسلم بارتدادھا لما رایت من تجاسرھن مبادرۃ الی قطع العصمۃ (۲۷)

"اسی وجہ سے میں نے بارہا فتویٰ دیا کہ مسلمان کی بیوی کا نکاح اس کے مرتد ہونے سے فسخ نہ ہو گا۔ کیوں کہ میں نے عورتوں کو عصمتِ نکاح سے نکلنے میں جلد بازو جری دیکھا۔"

عورتوں کو فسادِ زمانہ کی وجہ سے جماعت سے روک دیا گیا

عورتوں کی مسجد کی حاضری عہدِ رسالت میں جماعت اور جمعہ و عیدین کی لیے حاضر ہوا کرتی تھیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فسادِ زمانہ کی وجہ سے ان کو روک دیا۔ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اگر نبی کریم ﷺ وہ حالات مشاہدہ فرماتے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشاہدہ فرمارہے ہیں تو وہ تم کو مسجد جانے کی اجازت نہ عطا فرماتے۔ پھر فقہاء نے لوگوں کی طبیعتوں کا لحاظ کرتے ہوئے عورتوں کے لیے پابندی لگادی۔

عن عائشہ قالت لو ادرک رسول ﷺ ما احدث النساء لمنعھن المسجد (۲۸)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر رسول ﷺ عورتوں کا یہ حال دیکھتے تو ضرور انھیں مسجد آنے سے منع فرمادیتے۔"

حوالہ جات

۱۔ آل عمران: ۱۰۴
۲۔ آل عمران: ۱۱۰
۳۔ زیدان، سید عبد الکریم، الوجیز فی اصول الفقہ، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور، ص ۲۹۰
۴۔ البقرہ: ۱۰۴
۵۔ مراد آبادی، مفتی نعیم الدین، تفسیرِ خزائن العرفان، ناشر پاک کمپنی، ص ۲۹
۶۔ بخاری، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، حدیث: ۱۲۶، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج ۱، ص ۲۴۵
۷۔ شارح علامہ غلام رسول سعیدی، نعمۃ الباری شرح بخاری، فرید بک اسٹال، لاہور، ج ۱، ص ۲۴۳
۸۔ بخاری، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، حدیث: ۱۹۶، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج ۱، ص ۲۴۳
۹۔ ایضاً، حدیث: ۱۲۸، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج ۱، ص ۱۳۴
۱۰۔ سعیدی، علامہ غلام رسول، نعمۃ الباری شرح بخاری، فرید بک اسٹال، لاہور، ج ۱، ص ۲۴۳

۱۱۔ ایضاً، حدیث نمبر ۱۲۶، فرید بک اسٹال، لاہور، ج ۲، ص ۲۳۴

۱۲۔ مالکی، قاضی عیاض بن موسیٰ، اکمال المعلم بفوائد مسلم، دارالوفاء، بیروت، ج ۴، ص ۴۲۸

۱۳۔ زیدان، سید عبد الکریم، الوجیز فی اصول الفقہ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ص ۱۲۹

۱۴۔ البقرہ: ۱۷۹

۱۵۔ مرادآبادی، مفتی نعیم الدین، تفسیرِ خزائن العرفان، ناشر پاک کمپنی، کراچی، ص ۲۹

۱۶۔ ساقی، پروفیسر ذوالفقار علی، شریعت اسلامیہ کی حکمت و فلسفہ، زاویہ پبلشرز، لاہور، ص ۲۵۳

۱۷۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث، حجۃ اللہ البالغہ، ناشر دارالاشاعت، کراچی، ص ۵۳۰

۱۸۔ زیدان، سید عبد الکریم، الوجیز فی اصول الفقہ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ص ۲۹۳

۱۹۔ ایضاً، ص ۲۹۵

۲۰۔ المائدہ: ۲

۲۱۔ رضوی، مفتی نظام الدین، فقہ اسلامی کے سات بنیادی اصول، دار النعمان، لاہور، ص ۳۲۵۔۳۲۶

۲۲۔ ابن مسعود، عبید اللہ، شرح وقایہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج ۲، ص ۲۴

۲۳۔ بریلوی، مفتی احمد رضا خان فتاوی رضویہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ج ۵، ص ۳۵۶

۲۴۔ بابرتی، امام اکمل الدین، عنایہ شرح ہدایہ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ج ۳، ص ۴۳۲

۲۵۔ بریلوی، مفتی احمد رضا خان، فتاوی رضویہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ج ۲، ص ۳۵۶

۲۶۔ رضوی، مفتی نظام الدین، فقہ حنفی میں حالات زمانہ کی رعایت، الغنی پبلشرز، کراچی، ص ۴۸

۲۷۔ بریلوی، مفتی احمد رضا خان، فتاوی رضویہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ج ۱، ص ۳۹۳

۲۸۔ بخاری، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، حدیث: ۱۳۰، قدیمی کتب خانہ، ج ۱، ص ۱۲۰